اہل کتاب سے متعلق تعامل نبوی پر ماضی قریب کے مستشرقین کے تحفظات کا جائزہ

A critical review of the orientalists' queries on the Prophet's dealings with the people of book

محمد اعزاز اللہ[i] عبادالرحمان[ii]

Abstract

After the migration to Madinah the prophetic beams spread all around. The people of Book, Jews and Christians also introduced towards Islam. There were several tribes of Jews in Madinah. The Holy prophet Muhammad SAW arranged a policy for them, which was comprised by equality, consideration, tolerance, obligation and friendship. Muhammad SAW made excellent social, economical and civilized relations against them. There are much authentic stories in historical and biographical books of Seerah about these relations.

In the time of Holy Prophet and the Muslim rulers, the people of book, especially Christians were wished to live under the command of Muslims. Because they admitted that Muslims rulers were better than Christian rulers, in the fulfillment of there needs and to give them safety of life and religion.

In spite of that, from the very beginning in every stage some bands (Oriantalists) display the biography of Muhammad SAW very falsely. They have some baseless and calumnious objections about the Seerah of Muhammad SAW. Oriantalist experienced almost all aspects of Prophet's life. But some of them targeted the policy and treaties of Muhammad against Jews and Christians. In the following pages we will try to discuss and notify there objections and will try to clarify it.

i ایم فل ریسرچ سکالر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز، زرعی یونیورسٹی پشاور

ii اسسٹنٹ پروفیسر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز، زرعی یونیورسٹی پشاور

کسی قوم یا شخص یا علاقے کے بارے میں مثبت یا منفی سوچ اور نظریہ کا پروان چڑھنے میں تعلیم و تربیت، علاقائی ماحول، انفرادی واجتماعی سوچ وحالات کا بڑا عمل دخل ہوتا ہے۔ اگر کسی شخص کے بارے میں تعصب و ناپسندیدگی کی آنکھ سے دیکھ کر حتمی رائے قائم کی جائے اور اس رائے اور سوچ کو بنیاد بنا کر تحقیق کے نام پر نت نئے تجربات کئے جائے تو اس کے نتائج کبھی بھی مثبت نہیں نکلے گے۔ اہل مغرب اور خصوصاً امریکہ کی اسلام کے بارے میں یہی وطیرہ رہا ہے۔ اس بات کا اعتراف پال فنڈلے[1] نے بھی کیا ہے۔

چنانچہ وہ لکھتے ہے:

"جھوٹے یک رخے تصورات ہر عمر کے لوگوں سے سچائی چھپا لیتے ہیں۔ چھ برس کی عمر میں میرا اسلام سے تعارف ایک بُرا آغاز تھا۔ سکول میں مجھے مسلمانوں اور ان کے مذہب کے بارے میں گمراہ کیا گیا اور میں ادھیڑ عمری تک غلط معلومات کا حامل رہا۔ ہمارے اُستانی نے ہمیں بتایا کہ غیر تعلیم یافتہ، غیر تہذیب یافتہ، تشدد پسند لوگ ارض مقدس کے صحرائی علاقوں میں رہتے اور ایک اجنبی خدا کی عبادت کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ میں اپنی بیشتر زندگی محمڈنز کو اجنبی، جاہل اور خطرناک لوگ تصور کرتا رہا۔ آج کے بہت سے امریکیوں کی طرح میری اُستانی بھی غلط معلومات رکھنے والے دوسرے لوگوں سے سن کر وہی غلط معلومات معصومیت کے ساتھ دہر دیتیں۔ وہ جس بات کو سچ سمجھتی تھیں اسی کو ہماری جماعت کے سامنے بیان کر دیتیں بشمول غلط نام 'محمڈنز' کے[2]۔"

مستشرقین میں سے اکثریت نے ایک ایسے ماحول اور حالات میں پرورش پائی ہوتی ہیں جہاں پر اسلام کے بارے میں منفی رویے، بحث و مباحثہ، اعتراضات اور نکتہ چینیوں سے واسطہ اور شغل ہوتا ہے۔ یہ لوگ ابتداء سے اسی راہ پر ڈالے جاتے ہیں۔ ان کی ذہنی سوچ اور رویوں کو اسلام مخالف بنایا جاتا ہے۔ ان کے سامنے اسلام، پیغمبر اسلام اور اس کے صحابہ کا ایک کریحت اور بھیانک تصویر پیش کیا جاتا ہے۔

اہل مغرب کے یہاں اسلام کے حقیقی رخ پر پردہ ڈال کر عمومی طور پر لوگوں کو اس کی طرف سے گمراہ کیا جاتا ہے۔ ان کے سامنے اسلام اتنی مسخ کردہ شکل میں پیش کیا جاتا ہے کہ لامحالہ ان کے دلوں میں اس کے لئے نفرت کے جذبات اُبھرتے ہیں۔ مسلمانوں کے مظالم کی بے بنیاد قصے کہانیاں سنا سنا کر ان کو اسلام مخالف بنایا جاتا ہے اور اسلام کے خاتمے کے لئے ان کو متحرک کیا جاتا ہے۔

غزوہ بدر میں مٹھی بھر مسلمانوں کی فتح حقیقت میں اسلام کی فتح تھی منافقین اور یہود مدینہ اس فتح سے حسد کی آگ میں جلنے لگے تھے۔ جس کا اثر یہ تھا کہ یہودی اب کھلم کھلا دشمنی پر اُتر آئے اور ان میں

سے بعض، جو کہ مشہور شعراء اور با اثر شخصیات تھے، نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے خلاف اشعار لکھنے شروع کئے۔ ان میں کعب بن اشرف، ابو عفک اور عصماء بنت مروان سر کردہ تھے۔ جب ان لوگوں کی مخالف سرگرمیاں حد سے زیادہ بڑھ گئی تو مجبوراً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے فتنوں سے مدینہ کی فضا کو پاک کرنے کے لئے اقدامات کئے، جس کے نتیجے میں یہ لوگ مارے گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اقدام کے بارے میں مستشرقین کی رائے پیش کی جاتی ہیں۔

1. **کعب بن اشرف اور ولیم میور**

ولیم میور کعب بن اشرف کے بارے میں لکھتے ہے:

"I must not omit to notice another of those dastardly acts of cruelty which darken the pages of the Prophet's life[3]."

"میں اس بات سے صرف نظر نہیں کر سکتا کہ ظالمانہ اور بہیمانہ سرگرمیوں میں سے ایک اور سرگرمی عمل میں لائی گئی جو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے زندگی کے صفحات پر اندھیرا لائی ہے۔"

آگے لکھتے ہے:

"The ruthless fanaticism into which the teaching of the Prophet was fast drifting." 4

"ایک بے رحمانہ اور جنونی اقدام تھا، جو پیغمبر اسلام کی تعلیمات کو تیزی سے بہا کر لے گیا۔"

کعب بن اشرف کے قتل کے اقدام کو ظالمانہ، بہیمانہ اور بے رحمی کہا گیا ہے۔ ہم حیران ہیں کہ ولیم میور کے سامنے سیرت کے مستند واقعات نہیں تھے یا حقیقت میں اس سے صرف نظر کر رکھا تھا کہ یہی کعب بن اشرف جب مکہ جا کر مشرکین کو مسلمانوں سے بدر کا بدلہ لینے کے لئے اُبھارتا ہے اور ان کے سینوں میں انتقام کے جذبات کو گرماتا ہے، اسکے اس اقدام کے لئے تو ولیم میور کوئی سخت اور ناپسندیدگی کے الفاظ استعمال نہیں کرتا۔ جب یہی کعب بن اشرف مدینہ میں مسلمان عورتوں کو اپنے اشعار میں نامناسب اور نازیبا الفاظ میں یاد کرتا تھا اور بر سر محفل مسلمانوں عورتوں کی عزتوں سے شغل کرتا تھا۔ ابو عفک اور عصماء بنت مروان کی بھی یہی کیفیت و نوعیت تھی، جو مسلمانوں کو اس بات پر طعنہ دیتے تھے کہ انہوں نے اپنے معاملات کی نگرانی ایک اجنبی کے ہاتھ میں دے رکھے ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہجو گوئیاں کرتے تھے۔ یہ واقعات ولیم میور کی نظر سے اوجھل تھے یا تجاہل عارفانہ سے کام لیا۔

کعب بن اشرف اور ان دونوں کے جرم کسی صورت در گزر کے قابل نہ تھے۔ یہ ان کا ایک باغیانہ اقدام تھا۔ میثاق مدینہ کی رو سے اہل یہود کے لئے یہ کسی صورت روانہ تھا کہ وہ دشمنان اسلام کی مدد کرتے یا ان کو مسلمانوں کے خلاف لڑنے اور انتقام لینے کے لئے برانگیختہ کرے، اور مدینہ کے پر امن ماحول میں فتنہ وفساد پیدا کرنے کی کوشش کرے۔

دوسرا یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک معمولی شخصیت کے حامل انسان نہ تھے کہ ان کی ہجو گوئی کی اجازت دی جائے اور اس پر چپ ساد اختیار کیا جائے۔ وہ اللہ کے پیغمبر اور مسلمانون کے لئے سب سے برتر اہمیت کے حامل انسان تھے۔ ان لوگوں کی حرکات کو اگر لگام نہ دیا جاتا تو لامحالہ دیگر سر پرے یہودی بھی اس کی چال چلنے پر آمادہ ہو جاتے۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے خلاف راست اقدام کیا۔

گستاخانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں قرآن نے بھی شدید الفاظ استعمال کئے ہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ يُؤْذُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُهِينًا[5]

"جو لوگ ستاتے ہیں اللہ کو اور اس کے رسول کو اُن کو پھٹکارا اللہ نے دنیا میں اور آخرت میں اور تیار رکھا ہے ان کے واسطے ذلت کا عذاب۔"

ہجرت کے بعد رسول اللہ ﷺ نے یہود مدینہ کے ساتھ معاہدہ کیا۔ اس معاہدہ کے ایک عرصہ بعد اہل کتاب سے جزیہ لینے کی آیات نازل ہوئی تھی۔

قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ [6]

"لڑو ان لوگوں سے جو ایمان نہیں لاتے اللہ پر اور نہ آخرت کے دن پر اور نہ حرام جانتے ہیں اس کو جس کو حرام کیا اللہ نے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اور نہ قبول کرتے ہیں دین سچا ان لوگوں میں سے جو اہل کتاب ہیں یہاں تک کہ وہ جزیہ دیں اپنے ہاتھ سے ذلیل ہو کر۔"

لیکن ان آیات کی نزول نزول کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو سابقہ معاہدہ پر ہی رہنے دیا۔ کسی قسم کے جزیہ کا ان یہود اہل کتاب سے مطالبہ نہیں کیا گیا۔ اتنی رعایت اور نظر کرم کے باوجود بھی جب یہ لوگ پیغمبر اسلام کی دشمنی اور دشنام طرازیوں سے باز نہ آئے تو مجبوراً ان کے خلاف اقدامات کئے گئے۔

جس طرح رسول اللہ کی گستاخی کے ارتکاب پر ایک شخص سزا کے مستحق شمار ہو گا اسی طرح اسلام میں دیگر انبیاء کی تعظیم بھی واجب قرار دی گئی ہے، نیز صحابہ کرامؓ بھی قابل احترام و قابل تعظیم شخصیات ہیں، جن کے خلاف زبان درازی پر مجرم ٹھہرا کر سزا سے گزارا جائے گا، کیونکہ اسلام کسی بھی مسلمان بلکہ کا اور ان کے بتوں کو بھی گالی دینے کی اجازت نہیں دیتا، علیؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا:

من سبَّ نبیاً قُتل ومن سبَّ اصحابه جُلد [7]"جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دی اسے قتل کیا جائے۔

اور جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو گالی دی اسے کوڑے مارے جائیں۔"

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

" یہ حدیث اس امر کی دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینے والے کو قتل کرنا لازم ہے۔"

2. بنو قینقاع اور مستشرقین

قبیلہ بنو قینقاع جس کے ایک فرد نے بازار میں ایک مسلمان عورت سے چھیڑ چھاڑ کی تھی اور اُن کا یہ عمل دو آدمیوں کے قتل کا سبب بنا تھا اور جنہوں نے کھلم کھلا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جنگ کی دھمکی دی تھی۔ ان کے اس نامناسب رویوں کی بدولت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا محاصرہ کیا اور بعد میں انہیں جلاوطنی اختیار کرنی پڑی۔

بنو قینقاع کی جلاوطنی پر بھی کئی مستشرقین نے اعتراض کیا ہے۔

1. ولیم میور

ولیم میور لکھتے ہیں:

"Indeed of such minor importance was the quarrel, the some biographers do not mention it at all, but justify the attack by a heavenly message revealing Jewish treachery." [8]

"یقیناً ایک معمولی اہمیت کا حامل تنازع جس کا تذکرہ بعض سیرت نگاروں نے کیا بھی نہیں، کو ایسے حملے کا جواز بنایا گیا جس کو آسمانی حکم سمجھا گیا اور جس سے اہل یہود کی خیانت ظاہر کرنا مقصود تھا۔"

ایک ایسے معاشرہ میں جہاں امن پر رہنے کے لئے معاہدہ پر دستخط ہو چکے تھے، فتنہ و فساد برپا کرنے کو ولیم میور ایک معمولی واقعہ خیال کرتا ہے اور اس کے لئے دلیل یہ پیش کرتے ہے کہ اتنا معمولی

واقعہ تھا کہ بعض سیرت نگاروں نے اس کو ذکر کرنے کے قابل بھی نہ سمجھا۔ ولیم میور کا اشارہ ابن سعدؒ، ابن اسحاقؒ اور طبریؒ کی طرف ہوگا، لیکن اسی ابن سعد نے ہجرت کے بعد کا سب سے اہم واقعہ میثاق مدینہ کو بھی ذکر نہیں کیا ہے۔ کیا اس سے ہم یہ مطلب لیں گے کہ میثاق مدینہ کا سیرت طیبہ میں کوئی وجود ہی نہیں؟ یہ ناممکن ہے۔

برکات احمد بعض سیرت نگاروں کا کچھ واقعات کا ذکر نہ کرنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہے کہ ممکن ہے کہ یہ واقعات اتنے زبان زد و عام تھے کہ ان کو ذکر کرنے کو وقعت ہی نہ دی گئی ہو، یا ان کی نظروں میں کچھ واقعات معمولی نوعیت کے حامل تھے اسی لئے ان کو ذکر کے قابل نہ سمجھا گیا[9]۔

ولیم میور کا یہ کہنا کہ بنو قینقاع پر حملے کا حکم آسمانی سمجھا گیا تھا اور اس سے اہل یہود کی خیانت ظاہر کرنا مقصود تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ سوق قینقاع میں دنگا فساد کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو سمجھانے اور دعوت دینے گئے تھے، لیکن انہوں نے آمادگی کی بجائے دھمکی آمیز گفتگو کی۔ اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی کہ اگر کچھ قبائل کا معاہدہ کی خلاف ورزی اور خیانت کا خوف ہو تو ان سے معاہدہ توڑ دیجئے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے بنو قینقاع کی خیانت کا خوف ہے، جنہوں نے حال ہی میں جنگ کی دھمکی دی تھی۔ اس آیت سے اگر بنو قینقاع کے خلاف جنگ یا محاصرہ کا اشارہ سمجھا جائے تو بعید نہیں ہے، لیکن اتمام حجت کے طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تنبیہ کر دی تھی۔ دوسرا یہ کہ یہ قبیلہ میثاق مدینہ میں شامل تھا تو پھر ان کا دنگا فساد کرنا اور جنگ کی دھمکی دینا کھلم کھلا معاہدہ کی خلاف ورزی تھی۔ معاہدہ کی خلاف ورزی کرنے والوں کے خلاف جنگ کرنا جائز شمار کیا گیا ہے۔ قرآن اس بارے میں حکم دیتا ہے۔

> وَإِنْ نَكَثُوا أَيْمَانَهُمْ مِنْ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوا فِي دِينِكُمْ فَقَاتِلُوا أَئِمَّةَ الْكُفْرِ إِنَّهُمْ لَا أَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُونَ[10]
>
> "اور اگر وہ توڑ دیں اپنی قسمیں عہد کرنے کے بعد اور عیب لگادیں تمہارے دین میں تو لڑو کفر کے سرداروں سے بے شک ان کی قسمیں کچھ نہیں تاکہ وہ باز آئیں۔"

رہی یہ بات کہ اس سے اہل یہود کی خیانت ظاہر کرنا مقصود تھا تو اہل یہود کی خیانت تو کعب بن اشرف، ابو عفک، عصماءبنت مروان، شاس بن قیس اور بنو قینقاع کے نامناسب سرگرمیوں سے پہلے ہی عیاں ہو چکی تھی۔ قرآن نے اس کو کیا ثابت کرنا تھا، قرآن نے تو ان کی خیانت کی بدولت معاہدہ کی خلاف ورزی اور عہد شکنی کی طرف اشارہ کیا ہے۔

2. اے۔جے وینسنک

بنو قینقاع کی فتنہ وفساد اور معاہدہ کی خلاف ورزی کے بارے میں قرآن کہتاہے:

فَإِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ وَإِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْبِذْ إِلَيْهِمْ عَلَى سَوَاءٍ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِنِينَ[11]

"سو اگر کبھی تو پائے اُن کو لڑائی میں تو اُن کو ایسی سزا دے کہ دیکھ کر بھاگ جائیں ان کے پچھلے تاکہ ان کو عبرت ہو۔ اور اگر تجھ کو ڈر ہو کسی قوم سے دغا کا تو پھینک دے ان کا عہد ان کی طرف ایسی طرح پر کہ ہو جاؤ تم اور وہ برابر، بیشک اللہ کو خوش نہیں آتے دغاباز۔"

اس آیت کے بارے میں مستشرق اے۔جے۔وینسنک لکھتے ہے:

" یہ ممکن ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کسی ارادہ و عمل سے پہلے اس قسم کے کلمات کے متمنی رہتے اور بہر صورت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اقدامات سے پتہ چلتا ہے کہ اس معاملے میں یہود کی جانب سے کوئی دھوکہ دہی نہیں کی گئی تھی[12] ۔"

وینسنک یہ ثابت کرنا چاہتاہے کہ یہود نے کوئی دھوکہ دہی نہیں کی تھی، بلکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اہل یہود کے خلاف اپنے ارادوں کو عملی جامہ پہنانے کے لئے آسمانی اشارہ کے منتظر تھے۔

یہود بنو قینقاع کی دھوکہ دہی کے ثبوت کے لئے سوق قینقاع کا واقعہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تنبیہ کے جواب میں دھمکی آمیز جواب دینا کافی ہے۔ یہود بنو قینقاع نے انفرادی طور پر بھی اور اجتماعی طور پر بھی میثاق مدینہ کی خلاف ورزی کر کے مسلمانوں کو دھوکہ دینے کی کوشش کی تھی۔

میثاق مدینہ کی شق نمبر ۱۳ میں واضح طور پر لکھاہے کہ جو کوئی خونریزی کرے گا تو مصیبت اس پر نازل ہو گی۔ یعنی اگر انفرادی طور پر خونریزی کرے تو انفرادی ورنہ اجتماعی طور پر مصیبت کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اسی طرح دفعہ ۳۷ اور دفعہ ۶۴ میں بھی وفا شعاری کی تاکید اور عہد شکنی سے اجتناب پر زور دیا گیاہے[13]۔

یہود اور مسلمانوں کے درمیان معاہدہ ہونے کے باوجود خونریزی کرنا اور جنگ کی دھمکی دینا دھوکہ دہی، خیانت اور عہد شکنی نہیں تو اور کیاہے۔ اس لئے وینسنک کا اعتراض محض ڈھکوسلہ کے سوا کچھ نہیں۔

دوسرا یہ کہ اس وقت یہود کے ہاتھوں فریقین کے مابین عدم اعتمادی کی ایسی فضا بن گئی تھی کہ معمولی سا واقعہ بھی بڑے طوفان کا پیش خیمہ ثابت ہو سکتا تھا۔ ایسے میں اہل یہود کو چاہئے تھا کہ ماحول کو سازگار بنانے میں اور مدینہ کی فضا کو پر امن بنانے میں مسلمانوں کا ساتھ دیں نہ کہ ماحول کو مزید بگاڑ کر

جنگ کی فضا قائم کریں۔ یہودیوں کی فتنہ سازیوں کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امن قائم کرنے کی خاطر ان کو سوق قینقاع میں جمع کر کے ان کو نصیحت آمیز تنبیہ کی تاکہ فریقین کے درمیان پر امن رہنے اور دوستانہ تعلقات کو پروان چڑھانے میں پہل کی جاسکے۔ لیکن ان کے تیور اور ارادے جنگ کے تھے، چنانچہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے بادل ناخواستہ ان کی طرف کوچ کا حکم دیا۔

3. تور آندرے

سویڈش مستشرق تور آندرے واقعہ بنو قینقاع کے بارے میں لکھتے ہے:

"محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مدینہ میں اپنے مخالف یہود سے بدلہ لینے کے لئے اثر ورسوخ استعمال کیا۔ صرف ایک مسلمان عورت کے ساتھ ہنسی مذاق ہوا اور جلد ہی قبیلہ بنو قینقاع کو چاروں طرف سے گھیر کر محاصرہ کیا گیا اور مختصر محاصرہ کے بعد ان کو ہتھیار پھینکنے پر مجبور کیا گیا۔ یہ سب کچھ اس لئے کیا گیا کہ بنو قینقاع کے ترکہ کے مال سے فقراء مہاجرین کی مشکلات کو دور کیا جاسکے[14]۔"

تور آندرے کہتے ہے کہ مدینہ میں یہود سے بدلہ لینے کے لئے اثر ورسوخ استعمال کیا۔ اس میں شک نہیں کہ مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بااثر شخصیت تھے۔ نہ صرف اوس و خزرج کے درمیان بلکہ یہود قبائل نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اثر ورسوخ کو تسلیم کر لیا تھا۔ معاہدہ مدینہ کی شق ۴۲ میں کہا گیا ہے کہ اہل یہود اور اہل اسلام کے درمیان اگر کوئی اختلاف پیش آئے تو ایسے میں خدا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ یعنی اختلاف کے تصفیہ کے لئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو فیصل مان لیا گیا تھا۔ یہود نے اس معاہدہ پر دستخط کرنے کے ساتھ ہی رسول اللہ صلی علیہ وسلم کو گویا مدینہ کا حاکم تسلیم کیا اور حاکم کا اثر ورسوخ محکومین پر لازمی ہوتا ہے۔ لیکن سیرت و تاریخ کی کتابیں گواہ ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اثر ورسوخ کو بے جا کبھی بھی استعمال نہیں کیا۔

تور آندرے مزید لکھتے ہے کہ صرف ایک مسلمان عورت کے ساتھ ہنسی مذاق کو بنو قینقاع کے محاصرہ کے لئے بنیاد بنایا گیا۔ ایک عورت کی پردہ دری کرنا اور سر بازار اس کو بے عزت کرنے کو تور آندرے محض ہنسی مذاق سے تعبیر کرتا ہے۔ اہل مغرب اپنے آپ کو جتنا بھی آزاد خیال تصور کریں اور مرد و عورت کے میل میلاپ سے چشم پوشی کریں تب بھی کسی اجنبی عورت کا بھرے بازار میں پردہ دری کرنے کو ان کا معاشرہ بھی قابل سزا جرم شمار کرتے ہیں، علاوہ ازیں صرف یہ واقعہ تو ماحول کو گرمانے کا سبب نہ تھا، ان کے شعراء نے ماحول کو بگاڑنے میں جو کردار ادا کیا تھا وہ سب کے سامنے ہے۔ جو خود اپنے آپ

مسلمانوں کو جنگ کی دعوت دینے کے مترادف تھا۔ مزید یہ کہ پورے قبیلہ کی طرف سے جنگ کی دھمکی دی گئی تھی۔ ایسے میں تور آندرے کا اعتراض کوئی معنی نہیں رکھتا۔ موصوف مزید لکھتے ہے کہ یہ سب کچھ مہاجرین فقراء کی مالی مشکلات دور کرنے کے لئے کیا گیا۔

اس سلسلے میں عرض ہے کہ مکہ سے ہجرت کرنے والے اکثر صحابہ کا رجحان تجارت کی طرف تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اہل مکہ کا زیادہ تر پیشہ تجارت ہی تھا۔ شام، یمن اور روم کی طرف تجارتی اسفار ہوا کرتے تھے۔ چنانچہ ہجرت مدینہ کے بعد صحابہ کی اکثریت تجارت کی طرف مائل ہو گئے۔ جیسا کہ عبدالرحمان بن عوفؓ اور عثمان بن عفانؓ وغیرہ۔ اور جو صحابہ تجارت کی طرف مائل نہ ہوئے ان کا بندوبست انصار سے اخوت و بھائی چارہ کی صورت میں ہوا جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دانائی اور فراست کا نمونہ تھا اور دنیا کی کوئی قوم اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ السمہودی کے مطابق مدینہ میں اسلام کی آمد کے وقت اوس و خزرج بھی تین آطام کے مالک بن گئے تھے[15]۔ اور جیسا کہ کہا گیا ہے کہ آطام ان قلعہ نما محلات کو کہا جاتا تھا جس میں انواع و اقسام کی ضروریات و سہولیات موجود ہوتی تھی۔ انصار مدینہ نے کمال ایثار و قربانی سے کام لے کر اپنی دولت و ثروت کو مہاجرین پر لٹا دیا، جس سے ان کی بڑی حد تک مالی پریشانیاں دور ہو گئی تھی۔ صحابہ میں کچھ ایسے تھے جنہوں نے اپنے آپ کو دینی تعلیم قرآن و حدیث کو سیکھنے کے لئے وقف کر رکھا تھا۔ ان صحابہ کو اصحاب صفہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ ان کی تعداد مجموعی طور پر بمشکل سو بھی نہ تھی۔ ان چند فقراء مہاجرین کو لے کر تمام صحابہ کو اس پر محمول کرنا بے انصافی ہے اور وہ بھی ایسے صحابہ جو کہ ارادۃً مسجد نبوی کے چبوترے میں مقیم ہو گئے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ بحیثیت مجموعی دنیا کی بے ثباتی پر یقین رکھتے تھے اور مال و دولت کی فراوانی کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

4. مارگولیوتھ

یہی بات مارگولیوتھ بھی دہراتا ہے:

> *'Their goods were treated by the Prophet as the spoils of war. He took his fifth, and divided the rest among his followers. The houses and property of seven hundred of the wealthiest of the community doubtless made the Moslems comparatively opulent. Ali could nou provide the necessary wedding gift for his bride Fatimah, and the auspicious ceremony was performed[16]."*

"اُن کے مال کو بطور جنگی مال غنیمت لیا گیا۔ خمس نکالنے کے بعد بقیہ اپنے ساتھیوں میں تقسیم کیا گیا۔ معاشرے کے سات سو مالدار ترین افراد کے گھر اور مال و دولت نے بلا شبہ مسلمان کو خوشحال اور مالدار بنا دیا تھا۔ علی اب اس قابل تھا کہ اپنی دلہن فاطمہ کے لئے شادی کا تحفہ دے سکے۔ اور ولیمہ کی دعوت ادا کی گئی۔"

مار گولیوتھ نے وینسنک کے اعتراض پر یہ اضافہ کیا ہے کہ بنو قینقاع کے مال و متاع سے مسلمان آسودہ حال ہو گئے تھے اور اب علیؓ اپنی شادی کا ولیمہ کی رسم آسانی سے پوری کر سکتے تھے اور اپنی دلہن فاطمہ کو تحفہ دیے سکتے تھے۔

مستشرقین کے اعتراضات اکثر یا تو خود ساختہ اور بے بنیاد ہوتے ہیں یا ناواقفیت پر مبنی ہوتے ہیں۔ مار گولیوتھ کی اس اعتراض کا بھی یہی حقیقت ہے۔

علیؓ نے شادی کا ولیمہ کیسے کیا تھا اور رقم کہاں سے مہیا کی گئی تھی اس بارے میں صحیح بخاری کی حدیث ہے:

فلمّا اردت ان ابتنی بفاطمة بنت رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم واعدتُ رجلًا صوَّاغًا من بنی قینُقاع ان یرتحل معی فناتی باذخرٍ اردت ان ابیعه من الصواغین واستعین به فی ولیمة عرسی [17].

"جب میرا ارادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی کرا کے لانے کا ہوا تو میں نے بنی قینقاع کے ایک سنار سے طے کیا کہ وہ میرے ساتھ چلے اور ہم دونوں مل کر اذخر گھاس جمع کر کے لائیں، کیونکہ میرا ارادہ تھا کہ اسے سناروں کے ہاتھ بیچ کر اپنی شادی کے ولیمہ میں اس کی قیمت کو لگاؤں۔"

اس لئے یہ کہنا کہ بنو قینقاع کے بعد محض غنیمت کے مال سے علیؓ ولیمہ کی دعوت کرنے کے قابل ہوئے بے بنیاد اور لغو ہے۔

5. اسرائیل ولفنسون

اسرائیل ولفنسون واقعہ بنو قینقاع کے اسباب کو اس نظر سے بیان کرتے ہیں:

ا۔ "رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) چاہتے تھے کہ یہود بحث و مباحثہ و نصیحت سے اسلام میں داخل ہو جائے، لیکن یہ ممکن نہ ہوا تو بدر کے دن تک صبر سے کام لیا۔ اس کے بعد ان کو اسلام میں لانے کے لئے نرمی ختم ہو گئی۔

۲۔ بدر کے بعد ایک نئی سیاست سے کام لیا گیا کہ دو باتوں میں ایک اختیار کر لو یا تو اسلام میں داخلہ کے ذریعے دیگر عرب کے ساتھ ضم ہو جاؤ یا جنگ و جلاوطنی اختیار کرو۔

۳۔ مہاجرین یہود کی ان مزاحمت کے حتمی نتیجے کے انتظار میں تھے۔ اس لئے کہ ان کی حالت بہت ناگفتہ تھی۔ کیونکہ ان کے پاس نہ مال و باغات تھے اور نہ اپنے گھر، بلکہ وہ اوس و خزرج کے انصار کے یہاں رہ رہے تھے۔

۴۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہود کا اسلام میں داخلہ پر اس لئے مصر تھے کہ ان اہل کتاب یہود کے اسلام لانے سے اسلام کی شان و عظمت قریش کی نظر میں اور بھی بڑھ جاتی اور بغیر مزاحمت کے جماعت در جماعت اسلام میں داخل ہو جاتے۔

۵۔ بنو قینقاع پر پہل اس لئے کی گئی تھی کہ بنو قینقاع اور دیگر یہودی قبائل بنو نضیر اور بنو قریظہ کے مابین جنگ بعاث کے زمانہ سے حریف ہونے کی وجہ سے اختلاف چلا آرہا تھا۔ یہ قبیلہ مدینہ میں اکیلا اور بے یار و مددگار رہ گیا تھا۔ اس لئے ان کو سب سے پہلے جلاوطنی پر مجبور کیا گیا[18]۔"

اسرائیل ولفنسون نے واقعہ بنو قینقاع کے جو خود ساختہ اسباب بیان کئے ہیں ان میں پہلے تین تو التفات کے قابل ہی نہیں، اس لئے کہ اسکا جواب یا تو اوپر لکھا گیا یا یہ کہ دعویٰ بلا دلیل ہے۔ ولفنسون نے اپنی بات کے ثبوت کے لئے کوئی دلیل پیش نہیں کی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر سے پہلے تو یہود کو اسلام میں لانے کے لئے نرم رویہ اپنایا اور بدر کے بعد نرمی سختی میں تبدیل ہو گئی ہو۔

رہی یہ بات کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اہل یہود کا اسلام میں داخلہ پر اس لئے اصرار کرتے تھے کہ قریش وغیرہ کو بھی ترغیب مل جاتی اور جماعت در جماعت اسلام میں داخل ہو جاتے۔ اسرائیل ولفنسون کے اس اعتراض کا جواب تاریخ خود ہی فراہم کرتا ہے۔ یہ بات تو طے شدہ ہے کہ اہل یہود معدودے چند کے سوا کوئی بھی اسلام میں داخل نہ ہوا اور یہ بات بھی حقیقت ہے کہ یہود کا اسلام میں داخل نہ ہونے کے باوجود متعدد قبائل جوق در جوق اور جماعت در جماعت اسلام میں داخل ہوئے، حتیٰ کہ اہل مکہ قریش بھی فتح مکہ کے بعد تقریباً تمام ہی اسلام میں داخل ہو گئے تھے۔ تو ان کثیر قبائلی وفود اور قریش مکہ کو اسلام میں داخلہ کی ترغیب کہاں سے ملی، جبکہ یہود جو اہل کتاب تھے آخر تک اسلام کی مخالف سرگرمیوں میں مصروف تھے۔ لہٰذا ولفنسون کا یہ دعویٰ بھی لاحاصل اور بے بنیاد ہے۔

ولفنسون کا یہ بھی اعتراض ہے کہ جلاوطنی کے لئے بنو قینقاع پر اس لئے پہل کیا گیا کہ یہ قبیلہ اکیلا اور بے یار و مددگار تھا۔

سب سے پہلے یہ بات پیش نظر رہے کہ مسلمانون نے کسی بھی قبیلہ پر حملہ کی اس وقت تک پیش قدمی نہیں کی جب تک وہ لوگ خود عہد پر قائم رہے یا انہوں نے خود جنگ کی دعوت نہ دی۔

اگر ان قبائل کو ختم کرنے کا ارادہ مسلمانوں کا ہوتا تو شروع سے ان کو معاہدہ میں شریک ہی نہ کرتے تاکہ ان پر حملہ کرنے کا جواز قائم رہتا۔ ان کو معاہدہ میں شامل کرنا اس بات کی دلیل تھی کہ بقیہ اہل مدینہ کی طرح یہ لوگ بھی جان و مال اور مذہب کے لحاظ سے آزاد اور پر امن ہونگے۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ مدینہ کے تینوں یہودی قبائل ہر طرح سے آزاد اور پر امن تھے۔ لیکن انہوں نے خود ہی پر امن زندگی میں رخنہ ڈال کر دنگا فساد کی راہ اختیار کی۔

علاوہ ازیں بنو قینقاع خزرج کا حلیف قبیلہ تھا۔ قبائلی قوانین کے مطابق حلیف ہونے کی رو سے ہر دو قبائل کے درمیان ایک مضبوط تعلق قائم ہو جاتا تھا۔ جنگ کی حالات میں یہ دونوں قبائل دشمن کے خلاف یکجا ہو کر ڈٹے رہتے تھے۔ جس کی کئی مثالیں تاریخ میں موجود ہیں۔ جنگ بعاث جو اوس خزرج قبائل کے مابین مشہور و معروف جنگ ہے۔ اس میں اوس کی طرف سے بنو نضیر اور بنو قریظہ، جبکہ خزرج کی طرف سے بنو قینقاع حریف قبائل تھے، اور ایک دوسرے کے مقابلہ میں لڑے تھے۔ اس وجہ سے بنو نضیر اور بنو قریظہ، بنو قینقاع کے دشمن بن گئے تھے۔ جس کی طرف ولفنسون نے بھی اشارہ کیا ہے۔

بنو قینقاع اور خزرج کے مابین اچھے تعلقات استوار تھے۔ عبد اللہ بن ابی بن سلول قبیلہ خزرج سے تھا۔ محاصرہ کے وقت اسی نے بنو قینقاع کی سفارش کی تھی اور قبیلہ خزرج کے لئے ان کی قربانیوں اور وفاداریوں کا ذکر کیا تھا۔ کہ "ان چار سو بے زرہ اور تین سو زرہ والوں نے میری سرخ و سیاہ اقوام سے حفاظت کی ہے[19]۔"

ایسے میں ان کو کب اکیلا تصور کیا جا سکتا ہے۔ ولفنسون نے ایک کمزور دلیل کی بنیاد پر یہ اعتراض کیا ہے۔ سب سے بڑی بات یہ تھی کہ معاہدہ میثاق میں شمولیت کی بناء پر اندرونی طور سے یہ ہر طرح کے خطروں سے محفوظ ہو گئے تھے، اِلّا یہ کہ یہ خود ہی اپنے اوپر مصیبت نازل کرے۔

بنو نضیر اور مستشرقین

واقعہ بنو نضیر پر بھی کئی مستشرقین نے اعتراضات اُٹھائے ہیں۔

1. بروکلمان

"اُحد میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی فوجی مہارت پر ضرب پڑنے کی وجہ سے جو نقصان ہوا اس کی تلافی کے لئے دوسرا راستہ اختیار کرنا ضروری تھا۔ چنانچہ

انھوں نے یہودیوں کو ختم کرنے کا فیصلہ کیا اور ایک معمولی سبب کی وجہ سے بنو نضیر پر حملہ کر دیا[20] ۔"

غزوہ اُحد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک گھاٹی پر پچاس تیر اندازوں کو عبد اللہ بن جبیرؓ کی سرگردگی میں مقرر کر کے تاکید کی، جب تک میں نہ کہوں یہاں سے نہیں اُترنا۔ صحابہ کرامؓ کی پے درپے وار سے قریش مکہ ابتداء میں ہی بزدلوں کی طرح دُم دبا کر بھاگ گئے۔ گھاٹی پر موجود جماعت نے جنگ کا نقشہ دیکھ کر اُترنے کا فیصلہ کیا۔ عبد اللہ بن جبیرؓ کے منع کرنے کے باوجود چند لوگ نیچے آ گئے، جو کہ بظاہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے خلاف عمل تھا۔ اسی غلطی سے فائدہ اُٹھا کر خالد بن ولید نے پیچھے سے حملہ کیا اور مسلمانوں کو ہزیمت اُٹھانی پڑی۔

اس لئے اُحد میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی فوجی مہارت پر وار قریش مکہ کی طرف سے نہیں پڑی تھی بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک اجتہادی غلطی کی وجہ سے نتائج تبدیل ہو گئے تھے۔ بروکلمان نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ اُحد میں نقصان کی تلافی کے لئے یہ راستہ اختیار کیا گیا کہ ایک معمولی سبب کی وجہ سے بنو نضیر پر حملہ کر دیا اور یہود کو ختم کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔

غزوہ اُحد میں ابو سفیان اور عمر فاروقؓ کے درمیان جو مکالمہ ہوا تھا اس میں ابو سفیان کی طرف سے اگلے سال پھر میدان بدر میں آمنے سامنے آنے کی دعوت دی گئی تھی، جس کو عمر فاروقؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے قبول کر لیا تھا[21]۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ ابو سفیان نے اگلے سال پھر جنگ کی دعوت کیوں دی اس کی وجہ یہ ہے کہ غزوہ اُحد میں کفار مکہ کو فتح ہوئی ہی نہیں تھی۔ مسلمانوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زخمی حالت میں شکست کے قریب چھوڑ کر میدان جنگ سے بے یقینی کی حالت میں واپس چلے گئے تھے۔

غزوہ اُحد میں نقصان کی تلافی اگر کرنی تھی تو اگلے سال وعدہ کے مطابق میدان بدر میں نہ کہ بنو نضیر کے واقعہ کو درمیان میں گھسیٹا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اگے سال وعدہ کے مطابق میدان بدر کی طرف مشرکین مکہ سے پھر دو دو ہاتھ کرنے کی غرض سے روانہ ہوئے لیکن ادھر ابو سفیان روانگی پر آمادہ نہ ہوا اور کہا کہ یہ سال مناسب نہیں، خشک سالی ہے۔ ہمارے لئے وہ سال مناسب ہے جس میں سبزہ اور کثیر بارش ہو۔[22]

غزوہ اُحد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے لاشوں کا مثلہ دیکھ کر قسم کھائی تھی کہ ہم بھی ان کے لاشوں کا مثلہ اس سے زیادہ بنا کر انتقام لیں گے۔ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُمْ بِهِ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِلصَّابِرِينَ [23]

"اور اگر بدلہ لو تو بدلہ لو اسی قدر جس قدر کہ تم کو تکلیف پہنچائی جائے، اور اگر صبر کرو تو یہ بہتر ہے صبر کرنے والوں کو۔"

اس آیت کے نزول کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین مکہ کو معاف فرما کر مسلمانوں کو کسی بھی حالت میں مثلہ بنانے سے ممانعت فرمادی اور اپنے قسم کا کفارہ ادا کیا[24]۔

مذکورہ آیت مبارکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو دشمن کی ایذا رسانیوں پر صبر کرنے کی تلقین کی گئی ہے، ایسے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ اپنے مخالف فریق کو چھوڑ کر غزوہ اُحد کا بدلہ لینے کے لئے بنو نضیر پر حملہ کرتے۔

بروکلمان کو اگر بنو نضیر کے محاصرہ کے اسباب دیکھنے تھے تو بیر معونہ کے واقعہ سے مطالعہ کی ابتداء کرتے، ابو سفیان کا ان کے ہاں بطور مہمان ٹھہر کر مسلمانوں کے راز و حالات کی خبر حاصل کرنے کو مد نظر رکھتے، قریش مکہ اور بنو نضیر کے مابین مسلمانوں کو ختم کرنے پر آمادگی کے لئے خط و کتابت کو پیش نظر رکھتے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کے منصوبوں کو دیکھتے، یہی وہ اسباب تھے جو بنو نضیر کے گرد دائرہ لگانے کے محرکات بنے۔

2. اسرائیل ولفنسون

ولفنسون واقعہ بنو نضیر کے بارے میں لکھتے ہیں:

"بنو نضیر پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا الزام درست نہیں اس لئے کہ بنو نضیر مسلمانوں سے ڈرتے تھے اور دوسرا یہ کہ اگر ان کا ارادہ قتل کا ہوتا تو اوپر سے پتھر نہ پھینکتے بلکہ فوراً قتل کر دیتے اسلئے کہ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تقریباً اکیلے تھے۔ اصل بات یہ ہے کہ بنو نضیر نے اُحد میں مسلمانوں کی مدد نہیں کی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو انتقاماً مدینہ سے جلاوطن کر دیا[25]۔"

ولفنسون یہاں پر بنو نضیر کے کرتوتوں پر پردہ ڈال کر ان کو فساد سے بری الذمّہ قرار دینے کی کوشش کر رہے ہے۔ اور دلیل یہ پیش کی ہے کہ بنو نضیر مسلمانوں سے خائف تھے اور اگر واقعی ان کا قتل کرنے کا ارادہ تھا تو پھر پتھر نہ پھینکتے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اکیلا اپنے محلہ میں پا کر قتل کر دیتے۔

پہلی بات کہ وہ مسلمانوں سے خوفزدہ تھے، تو یہ صحیح اس لئے نہیں ہے کہ اگر وہ مسلمانون سے خوفزدہ تھے تو انفرادی و اجتماعی طور پر مسلمانوں سے دشمنی کا اظہار نہ کرتے اور نہ مسلمانوں کے دشمنوں کا ساتھ دیتے۔ اس سے پہلے جو کعب بن اشرف جو بنی نضیر ہی میں سے تھا، نے مسلمانوں میں اشتغال پیدا

کرنے کے کتنے اقدامات کئے تھے۔ اس کی سرگرمیوں سے تو خوف قطعاً ظاہر نہیں ہوتا، بلکہ وہ تو مسلمانوں کی مخالفت میں اتنے جری تھے کہ مکہ جا کر قریش کو براہ راست مسلمانوں کے خلاف اُبھارنے اور جنگ پر آمادہ کرنے کی کوششیں کرتا رہا۔ دوسرا یہ کہ ابوسفیان سے خفیہ راز باز اور قریش مکہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے اور مسلمانوں کے خلاف مدینہ میں لڑنے کی خط وکتابت کے وقت تو ان کو کوئی خوف دامن گیر نہ تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کی سازش یہود بنو نضیر اس وقت سے کر بیٹھے تھے جب انہیں قریش مکہ کا خط وصول ہوا جس میں ان کو مدینہ سے نکالنے یا ان کے خلاف لڑنے کا کہا گیا تھا۔ بنو نضیر نے مناظرہ کے بہانے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا تاکہ قتل کے اقدام کو پورا کرسکے۔ راستہ میں ایک انصاری صحابی ملے اور کہا کہ میری ایک بہن بنو نضیر کے محلے میں رہتی ہے جس نے مجھے پیغام دیا کہ یہود نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے سازشی جال تیار کیا ہے لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف نہ لے جائیں[26]۔

علاوہ ازیں ابوسفیان مسلمانوں کی خبر گیری اور راز حاصل کرنے کی غرض سے بنو نضیر کے سردار سلام بن مشکم کے ہاں آیا تھا۔ یہاں پر ایک رات ٹھہر کر صبح واپس ہوا اور راستہ میں غارت گری کرکے فرار ہو گیا تھا۔

ان تمام باتوں سے پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کا ارادہ بہت پہلے سے کر رکھا تھا۔ لیکن اپنی فطری چالبازیوں کی بناء پر موقع کے انتظار میں تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے محلہ میں پا کر ان کو تو اپنے ارادوں کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کا موقع ہاتھ آ گیا تھا۔

ولفنسون کا یہ کہنا کہ اگر قتل کرنا چاہتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہتے پاکر براہ راست قتل کردیتے، پتھر نہ پھینکتے۔ یہ سچ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ اس وقت معدود صحابہ تھے، لیکن ان محدود لوگوں کی پشت پر دو بڑے قبیلے اوس و خزرج بھی موجود تھے، جو کہ بہت پہلے سے یہود پر اپنی حیثیت ثابت کر چکے تھے۔ اس بناء پر براہ راست اقدام قتل وخونریزی ان کو بہت بھاری پڑ جاتی۔ ان کی کوشش یہ تھی کہ ایسا طریقہ اپنایا جائے جس سے مقصود بھی حاصل ہو اور ان پر الزام بھی نہ آئے۔

ولفنسون کہتے ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنو نضیر سے اُحد میں شمولیت نہ کرنے کا انتقام لینا چاہتے تھے اس لئے ان کو جلاوطن کردیا گیا۔ یہ ایک بے سروپا اعتراض ہے۔

معاہدہ میثاق مدینہ میں یقینا تمام اہل یہود کو اس بات کا پابند بنا دیا تھا کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ دشمن کے مقابلہ میں ساتھ دینگے اور اسی طرح مسلمان ان کے دشمنوں کے خلاف ان کا ساتھ دینگے۔ لیکن ابتداء ہی سے یہودیوں کی فتنہ سازیاں اور فسادی سرگرمیاں اتنی عیاں تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی ان سے اس بات کا اصرار نہ کیا تھا کہ وہ ان کے ہمراہ جنگ کے لئے نکلے، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ ان کو اپنے ساتھ لے کر چلنا نقصان سے خالی نہیں، اس لئے کہ ابتداء ہی سے مسلمانوں کے دشمنوں کے ساتھ ساز باز رکھتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ بقول برھان الدین حلبیؒ عبد اللہ بن ابی غزوہ اُحد میں اپنے معاہدین کے ہمراہ شرکت کرنے کے لئے نکلا تھا، جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے واپس کردیا[27]۔ اس وجہ سے ولفنسون کا یہ اعتراض کہ بنو نضیر کو انتقاماً جلاوطن کیا گیا تھا، صحیح نہیں ہے بلکہ ان کی بد اعمالیاں اور شر انگیزیاں ہی جلاوطنی کا سبب بنی۔

بنو قریظہ اور مستشرقین

1. ولیم میور

ولیم میور لکھتے ہیں:

> "*We might even concede that the conduct of their leaders amounted to treason against the city, and warranted a severe retribution. But the indiscriminate slaughter of eight hundred men, and the subjugation of the women and children of the whole tribe to slavery, cannot bi recognised otherwise than as an act of monstrous cruelty*[28]*.*"

> "ہم تسلیم کرتے ہیں کہ ان کے لیڈروں نے شہر کے خلاف غداری کا اقدام کیا جس پر شدید سزا کی ضرورت تھی، لیکن آٹھ سو افراد کا اندھا دھند قتل اور قبیلہ کے تمام عورتوں اور بچوں کو مغلوب کرکے غلام بنانا کسی طور تسلیم نہیں کیا جاسکتا، دوسری صورت میں یہ ایک قبیح اور ظالمانہ اقدام تھا۔"

سب سے پہلے بات کہ بنو قریظہ کا محاصرہ کرنا بہ اشارہ اور بہ حکم خداوندی تھا۔ اس سلسلے میں ہم ابن سعدؒ کی روایت پیش کرتے ہیں جو کہ روایات کی قبولیت میں محتاط جانے جاتے ہیں:

> "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوہ خندق سے فارغ ہوئے تو گھر تشریف لاکر، ہتھیار اُتار دئے اور سر کو دھو رہے تھے کہ جبرائیل علیہ السلام آکر عرض کرنے لگے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہتھیار اُتار دیئے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ابھی تک ملائکہ نہیں اُتارے۔ آپ صلی اللہ

علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ بنو قریظہ کی طرف چلئے لہذا بنو قریظہ کے قلعے کے نزدیک ہمارے پاس آئیں[29]۔"

اس روایت سے معلوم ہوا کہ بنو قریظہ کو غداری کی سزا دینا ازروئے حکم خداوندی تھا اور اس پر مستزاد یہ کہ جبرائیل علیہ السلام کی طرف سے اس پر اصرار تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہتھیار نہ اُتارے اور بنو قریظہ کی طرف روانہ ہو۔ اس صورت میں اعتراض کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

ولیم میور خود لکھتے ہیں کہ وہ غداری کے مرتکب ہوئے تھے جس پر کھڑی اور شدید سزا کی ضرورت تھی۔ بنو قریظہ نہ صرف غداری کے مرتکب ہوئے بلکہ یہ لوگ ٹولوں کی صورت میں اس قلعہ کے گرد گشت کرتے اور چکر لگاتے، جہاں پر مسلمانوں کے بچے اور عورتیں جمع کی گئی تھی۔

حسنین ہیکل لکھتے ہے:

"بنو قریظہ عہد شکنی کے بعد قلعوں اور برجوں سے نکل کر شہر میں گشت کیا کرتے تھے اور یوں خوف و ہراس پھیلاتے تھے۔ مسلمانوں نے اپنی عورتوں اور بچوں کو حسان بن ثابت کی حویلی میں جمع کر رکھا تھا۔ بنو قریظہ کے یہ سازشی دستے حویلی کے ارد گرد جاسوسی کے لئے گھومنے لگے تھے[30]۔"

ان گشتی ٹولوں کا حویلی کے گرد گھومنے کا مقصد ہی یہ تھا کہ موقع پا کر ان عورتوں اور بچوں پر حملہ کیا جائے۔

ولیم میور اگر ایک طرف عورتوں اور بچوں کو غلام بنانے پر معترض ہے تو دوسری طرف بالغ افراد کو ان کے کئے کی سزا ان کے مذہب و قانون کے مطابق دینے پر معترض ہے، جبکہ وہ اس حقیقت سے چشم پوشی کر رہے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو قریظہ پر حملہ کا ارادہ کیا ہی نہیں تھا بلکہ وہ تو مدینہ میں واپس آ کر جنگی سامان تک اُتار چکے تھے۔ علاوہ ازیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی عورتوں اور بچوں کو چھوڑ کر ان پر احسان کیا، حالانکہ یہ یہودی مسلمانوں کی عورتوں اور بچوں کو قتل کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔

تورات میں صراحت کے ساتھ موجود ہے کہ اگر دشمن آپ سے صلح نہ کریں تو ان کا محاصرہ کرو اور جب خدا تجھ کو ان پر قبضہ دلا دے تو جس قدر مرد ہو سب کو قتل کر دے۔ باقی بچے، عورتیں اور جانور اور جو چیزیں شہر میں موجود ہو سب تیرے لئے مال غنیمت ہو جائے گی[31]۔ اور یہ حکم اور قانون موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ سے لے کر بنی اسرائیل کے جتنے بھی انبیاء کرام علیہم السلام آئے سب کے زمانہ میں

رائج تھا۔ ولیم میور اگر اس آسمانی حکم کو جو کہ تورات میں ہے، غلط ثابت کر دیتے تو پھر ان کی بات وزن رکھتی ، وگرنہ بنو قریظہ کے معاملے میں سعد بن معاذؓ نے ان ہی کی مذہبی کتاب کے مطابق فیصلہ سنایا تھا، جو کہ اللہ کو بھی منظور تھا۔

غزوہ خیبر اور مارگولیوتھ

مارگولیوتھ لکھتے ہیں:

"خیبر پر حملہ ظالمانہ کارروائی تھی۔ مدینہ کے یہودی قبائل سے تو حقیقی یا فرضی اسباب کی وجہ سے انتقام لیا گیا، مگر خیبر مدینہ سے کافی فاصلہ پر تھا۔ انھوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم یا مسلمانوں کے ساتھ کوئی ایسی بات نہیں کی جس کو ان سب کی طرف سے زیادتی تصور کیا جائے۔ ان میں سے کسی ایک کا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بھیجے ہوئے قاصد کو قتل کر دینا ان سے کے حق میں انتقامی کارروائی کو جائز قرار دینے کے لئے کافی نہیں ہے[32]۔"

یہاں ہمیں خیبر سے اسلام مخالف کارروائیوں پر ایک نظر ڈالنی چاہئے۔ بنو نضیر جلاوطنی کے بعد خیبر چلے گئے تھے۔ ابو رافع سلام بن ابی الحقیق ان کا سردار تھا۔ وہاں پر ان لوگوں نے مسلمانوں کے خلاف قبائل کو اکھٹا کرنا شروع کر دیا تھا، چنانچہ یہ سردار بنو غطفان اور قریش مکہ کے یہاں گیا تھا تاکہ ان کو مدینہ پر ایک بڑی لشکر کے ساتھ حملہ پر اُبھارے[33]۔ ان سرگرمیوں کی بنا پر ہی جنگ احزاب واقع ہوا۔ جس میں مسلمان چاروں طرف سے خوفزدہ اور پریشانی کے عالم میں تھے۔ اسی قبیلہ بنو نضیر کے سردار نے مدینہ کے اندر بنو قریظہ کو بھی ساتھ ملا کر بغاوت پر اُکسایا تھا۔

"جس وقت بنو نضیر کے سردار قریش مکہ کو جنگ پر آمادہ کرنے کی غرض سے مکہ گئے تھے تو قریش نے ان سے پوچھا کہ تم اہل کتاب ہو اپنے علم کی بنیاد پر بتلاؤ کہ ہمارا مذہب (بت پرستی) درست ہے یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ یہودیوں نے کتمان سے کام لے کر کہا کہ تمہارا مذہب سچا ہے اور تم بہ نسبت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حق پر ہو۔ اس کو سن کر قریش بہت خوش ہوئے[34]۔"

بنو نضیر کی اس غلطی اور جرم کو خود مارگولیوتھ نے بھی پسند نہیں کیا کہ ان لوگوں کے لئے یہ مناسب نہ تھا کہ ایک سچے مذہب کے مقابلہ میں بت پرستی کو حق بتلا دیں۔ اصل بات یہ تھی کہ خیبر میں بیٹھ کر یہ لوگ مسلمانوں سے انتقام میں اندھے ہو گئے تھے اور بہر صورت اسلام کو ختم کرنے پر تلے ہوئے تھے۔

اسیر بن زارم کو جب سردار بنایا گیا تو اس نے قبائل یہود کو جمع کیا اور ان سے کہا کہ میرے ماقبل سرداروں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خلاف جو تدابیر اختیار کیں تھیں وہ صحیح نہ تھیں۔ صحیح تدبیر یہ

ہے کہ براہ راست مدینہ پر حملہ کیا جائے اور میں یہی کروں گا۔ وہ اس مقصد کے لئے مختلف قبائل کے ہاں گیا اور ان کو جمع کرنا شروع کیا[35]۔

خیبر کے یہودی اپنی پیداوار کا ایک حصہ بنو غطفان کو دیا کرتا تھا اور بنو غطفان اسلام مخالف قبیلہ تھا جو کہ جنگ احزاب میں سرگرم اور بھرپور لشکر کے ساتھ اُترا تھا۔ اس لحاظ سے خیبر ان کو تقویت پہنچاتا تھا جو کہ مناسب نہ تھا۔

اسیر بن زارم (یہود خیبر کا سردار) کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کا عامل بنانے کا ارادہ کر رکھا تھا اس غرض سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے پاس ۳۰ آدمیوں کا ایک وفد بھی روانہ کیا تا کہ ان کو آمادہ کر کے مدینہ آنے کی دعوت دے، لیکن اسیر بن زارم نے راستہ میں بدعہدی کی اور دھوکہ سے مسلمانوں پر حملہ کر دیا[36]۔

بقول برکات احمد صلح حدیبیہ میں بظاہر ناموافق شرائط کی وجہ سے مسلمان دل شکستہ تھے اور جنگ میں الجھنا نہیں چاہتے تھے۔ چنانچہ اس بار یہود خیبر کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے صلح کا پیغام لے کر گئے تھے اور اس کے بدلے اُسے خیبر کا عامل بنانے کا اردہ تھا[37]۔

درج بالا اسباب کی بناء پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجبوراً ان کے خلاف لشکر روانہ کیا تھا اور محاصرہ کر کے ان میں اکثریت کے ساتھ صلح کا معاملہ کیا۔ مزید احسان سے کام لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خیبر میں ہی رہنے دیا اور خیبر کی زمین بھی ان کے حوالہ کر دیا کہ وہ ان میں کام کریں اور انہیں اس کے پیداوار کا آدھا حصہ دیا جانے لگا۔

مونٹگومری واٹ اور معاہدہ نجران

مونٹگومری واٹ لکھتے ہیں:

> *"Political considerations, however, must have dominated Muhammad's attitude to Christians. The Christian's tribes and clans made treaties with Muhammad, and at least the weaker among them paid tribute to Madina[38]."*

> "سیاسی تحفظات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عیسائیوں کے متعلق رویہ کے سامنے آڑے آگئے۔ مسیحی قبائل اور خاندانوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ معاہدے کئے اور ان میں کمزور بھی مسلمانوں کو جزیہ ادا کرنے لگے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں رہتے ہوئے تقریباً تمام قبائل کے ساتھ، جو چاروں طرف مدینہ میں آباد تھے، معاہدے کئے تھے۔ یہ قبائل یہودی تھے کہ مجوسی یا عیسائی تھے، ان کے ساتھ

معاہدے کرنا دونوں فریقین کی رضامندی اور صلح مندی پر منحصر تھے۔اور جانبین کے لئے تو خیر کا سبب تھے، لیکن خود یہ معاہدے غیر مسلم فریق کے لئے زیادہ مفید تھے۔اس کی وجہ یہ تھی کہ ایک معمولی رقم کے بدلے وہ لوگ اسلامی سلطنت میں بلا کسی اکراہ و جبر اپنے مسلک و مذہب کے مطابق آزادانہ رہتے تھے۔اور اکثر و بیشتر اس رقم میں بھی تخفیف و رعایت سے کام لیا جاتا تھا، مزید یہ کہ اس رقم کی ادائیگی پر وہ دشمن سے مقابلہ کر کے اپنی حفاظت کے عملی کام سے بھی مطمئن ہوگئے تھے۔ان کا ذمہ اسلامی حکومت وسلطنت کے ذمہ ہوتا تھا۔

انتظامی معاملات کے ضمن میں کسی قوم وقبیلہ سے معاہدہ کرنا کوئی بُرا اقدام نہیں بلکہ سیاسی تدبر کی نشانی سمجھی جاتی ہے۔آج کے زمانہ میں بھی کئی ممالک اپنے اپنے مفادات کی خاطر غیر اقوام کے ساتھ کئی طرح کے معاہدات میں بندھے ہوتے ہیں۔اس طرح کے معاہدات زمانہ قدیم سے چلے آرہے تھے، یہ اسلامی دور کے پیداوار نہیں تھے۔خود اوس وخزرج اور یہودی قبائل کے درمیان معاہدات قائم تھے۔کسی بھی دو اقوام کے درمیان معاہدہ اطراف کے علاقون میں امن کا ضامن ہوتا ہے اور دونوں فریقین کے درمیان آزادانہ تعلقات استوار کرنے میں معاون ثابت ہوتے ہیں۔ایک دوسرے کے مذہب، رسم و رواج، زبان اور عادات و اطوار جاننے کے مواقع ملتے ہیں، جو کہ نفرت، عداوت، حسد و بغض اور مذہبی تفاوت کو کم کرنے میں ممد و معاون ثابت ہوتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یا آپ کے بعد صحابہ کرامؓ نے نصاریٰ کے ساتھ جتنے بھی معاہدات کئے تاریخ گواہ ہے کہ ان معاہدات سے وہ بخوشی راضی تھے۔اہل نجران کو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معاہدہ اور وفد کی واپسی کی خبر موصول ہوئی تو پادری اور علاقے کے لوگ وفد کے استقبال کے لئے نکلے۔وہ اس بات پر خوش تھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے جان ومال اور مذہب کی ذمہ داری قبول کرلی۔

عیسائی قبائل ان معاہدات سے اتنے خوش تھے کہ وہ اپنے ہم مذہب حکمرانوں کے زیر تسلط رہنے کی بجائے مسلمانوں کے ساتھ رہنا پسند کرتے تھے۔جیسا کہ آرنلڈ لکھتے ہیں:

> "عیسائی باشندوں نے مسلمان حکمرانوں کو لکھا کہ ہم تمہیں رومیوں پر ترجیح دیتے ہیں کیونکہ تم ہمارے ساتھ اچھی طرح پیش آتے ہو، عہد کو نبھاتے ہو اور ہم پر مہربان ہو، کوئی ناانصافی نہیں کرتے اور ہم پر تمہاری حکومت ان کی حکومت سے بہتر ہے۔"

اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) سے جزیہ وصول کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتی خواہش پر موقوف نہ تھا، بلکہ اس کا حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ تھا۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّىٰ يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ[39]

"لڑو ان لوگوں سے جو ایمان نہیں لاتے اللہ پر اور نہ آخرت کے دن پر اور نہ حرام جانتے ہیں اس کو جس کو حرام کیا اللہ نے اور اس کے رسول نے اور نہ قبول کرتے ہیں دین سچا، ان لوگوں میں سے جو اہل کتاب ہیں، یہاں تک کہ وہ جزیہ دیں اپنے ہاتھوں ذلیل ہو کر۔"

اسلام کی اولین کوشش یہ ہوتی ہے کہ غیر مسلم بلا کسی جبر و اکراہ کے برضا و رغبت مسلمان ہو جائے اور مسلمانوں کی مانند تمام حقوق کا حقدار ٹھہرے، لیکن اگر کوئی شخص اسلام قبول نہیں کرتا اور اپنے دین و مذہب کے مطابق اسلامی معاشرہ میں رہنا پسند کرتا ہے۔ تو پھر اسلامی حکومت کی طرف سے ان پر کچھ ذمہ داری عائد ہوتی ہیں جس کے عوض ان کی ہر قسم کے تحفظ کو یقینی بنانا اور ان کو اطمینان دلانا کہ وہ اپنے دین، اپنے مال و جان کے لحاظ سے محفوظ و سلامت ہیں، حکومت کی ذمہ داری ہے۔ اسی تحفظ کی فراہمی پر اسلامی حکومت غیر مسلموں سے اس کے بدلے جزیہ کا مطالبہ کرتی ہے۔

حواشی و حوالہ جات

1 پال فنڈلے امریکہ کے مشہور کانگریسی اراکین میں سے تھے۔ امریکہ کی داخلہ و خارجہ اسلام پالیسیوں کے مخالف تھے۔ خصوصاً اسلامی ملکوں میں امریکہ کے کاروائیوں پر تنقید کیا کرتے تھے۔

2 پال فنڈلے، امریکہ کی اسلام دشمنی، محمد احسن، ص:۲۸، مطبوعہ نگارشات، لاہور، ۲۰۰۸ء

3 William Muir, Life of Mohammad, P:245, Edinburgh:John Grant 31 George iv. Bridge 1923

4 Ibid,Page: 248

5 سورۃ الاحزاب ۳۳: ۵۷

6 سورۃ التوبہ ۹:۲۹

7 سلیمان بن احمد بن ایوب الطبرانی (م۔ ۳۶۰ھ)، المعجم الصغیر للطبرانی ۱:۲۳۶، دارالکتب العلمیہ، بیروت، لبنان

8 Life of Mohammad, ibid, P: 242

9 برکات احمد، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور یہود حجاز اُردو، مترجم مشیر الحق، ص:۹۴، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، نئی دہلی، ۱۹۸۵ء

10 سورۃ التوبہ ۹:۱۲

11 سورۃ الانفال۵۸:۸

12 محمد بن فارس الجمیل، النبی ویہود المدینہ، ص:۱۴۳، مرکز الملک فیصل للبحوث والدراسات الاسلامیۃ، الریاض، ۲۰۰۲ء

13 عبدالملک ابن ہشام، السیرۃ النبویہ مترجم، یسین علی حسنی نظامی ۱۱۶:۲ومابعد، ادارہ اسلامیات، کراچی، ۱۹۹۴ء

14 النبی ویہود المدینہ، مذکور، ص:۱۴۵

15 نورالدین علی بن احمد السمہودی(م۔۹۱۱ھ)، وفاء الوفا باخبار دارالمصطفیٰ ۱۶۳:۱، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان

15 D.S.Margoliouth, Mohammad and the rise of Islam, P:286, G.P.Putnam's sons, New York, 27 west twenty-third street, The University Press, 1905

17 محمد بن اسماعیل بخاری(م۔۲۵۶ھ)، الجامع الصحیح البخاری مترجم، محمد داؤد راز ۲۹۶:۳، مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند، ۲۰۰۴ء

18 اسرائیل ولفنسون، تاریخ الیہود فی بلاد عرب، ص:۱۲۷، مطبعۃ الاعتماد، مصر، ۱۹۲۷ء

19 السیرۃ النبویۃ، مذکور ۴۳۱:۲

20 کارل بروکلمان، تاریخ الشعوب الاسلامیۃ، ص:۵۲، دارالعلم للملائین، بیروت، ۲۰۰۱ء

21 علی ابن برہان الدین حلبیؒ، سیرۃ الحلبیہ اُردو، محمد اسلم قاسمی ۲۰۱:۴، دارالاشاعت، کراچی، ۲۰۰۹ء

22 محمد ابن سعدؒ، الطبقات الکبریٰ اُردو، عبداللہ عمادی، ۲۹۶:۱، دارالاشاعت، کراچی، ۲۰۰۳ء

23 سورۃ النحل۱۲۶ :۱۶

24 سیرۃ الحلبیہ، مذکور ۲۰۶ :۴

25 اسرائیل ولفنسون، تاریخ الیہود فی بلاد العرب، ص:۳۷، مطبعۃ الاعتماد، مصر، ۱۹۲۷ء

26 حکیم محمود احمد ظفر، پیغمبر امن، ص:۴۷۷، مکی دارالکتب، لاہور، ۲۰۰۹ء

27 سیرۃ الحلبیہ، مذکور ۱۴۱:۴

28 The Life of Mohammad, ibid, P:322

29 الطبقات الکبریٰ، مذکور ۲۸۲:۱

30 محمد حسنین ہیکل، حیات محمد اُردو، محمد مسعود عبدہ، ص:۴۳۹، الفیصل ناشران وتاجران کتب، لاہور، ۲۰۰۶ء

31 توراۃ، کتاب استثناء، باب ۲۰، آیت:۱۰

32 Muhammad and the rise of Islam, ibid, P:362

33 طبقات الکبریٰ، مذکور ۲۹۳:۱

34 السیرۃ النبویۃ، مذکور ۶۲:۳

35 شبلی نعمانیؒ، سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۲۷۶:۱، اسلامی کتب خانہ، اُردو بازار، لاہور

36 طبقات الکبریٰ، مذکور ۲۹۴:۱

37 رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور یہود حجاز، مذکور، ص:۱۵۱

38 W.Montgomery Watt, Muhammad at Madina, P:319, Oxford at the clarendon pres1956

39 سورۃ التوبۃ۲۹ :۹